Nzair Akbar abadi aur unki shayeri

B.A Part-ii general

نظیر کا نام شیخ محمد ولی تھا یہ مغل فرماں رواں محمد شاہ کے عہد میں یعنی 1735ء کے آس پاس دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد فاروق تھا۔ وہ فوج میں ملازم تھے۔ اور زیادہ تر دہلی سے باہر رہتے تھے۔ ایک مکتب سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی طبیعت میں موزونیت فطرت سے ملی تھی اس لئے شاعری شروع کی۔ نظیر کی والدہ نواب سلطان خاں، قلعہ دار آگرہ کی بیٹی تھیں بیاہ کر دہلی آگئی تھیں۔ نظیر سے پہلے ان کے گیارہ بارہ بچے پیدا ہوئے مگر کوئی سال چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ نظیر ان کی آخری اولاد تھے۔ بڑے ہی منّتوں سے پیدا ہوئے۔

نظیر اکبر آبادی کی کوئی مستند سوانح عمری ہے ہی نہیں۔ عبد الغفور شہباز نے "زندگانی بے نظیر" لکھی ضرور ہے۔ لیکن اس میں یہ تفصیلات نہیں۔ لیکن ان کی پیدائش کے واقعات کو عبد الغفور شہباز نے بڑے ہی دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے کہتے ہیں۔

"ایک پہنچے ہوئے بزرگ کی شہرت سن کر نظیر صاحب کے والد دعا کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے فقیر نے پانچ پھول دئے اور کہا کہ سونگھ کر دریا میں ڈال دینا اور پھر ہمیں بتانا نظیر صاحب کے والد نے ایسا ہی کیا ایک پھول سیدھا پڑا باقی سب پٹ یعنی الٹے۔ بزرگ نے سن کر بتایا کہ صرف تیرا ایک بیٹا زندہ رہے گا اور تیرے نام کو قیامت تک زندہ رکھے گا پھول کی طرح اس کی خوشبو دور دور تک پھیلے گی۔

لہٰذا جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو اس کے دونوں کانوں میں فقیر کے نام کی بالی پہنا دی گئی۔ نظیر صاحب کی صرف ایک تصویر ملتی ہے وہ بھی کسی سے بعد میں بنوائی گئی ہے۔ اس میں ان کا انداز حلیہ، وضع قطع بالکل فقیروں کا سا ہے کان میں بالا پہنے ہوئے ہاتھ میں بل دار عصا، سر پر اونچی ٹوپی، پیر میں نوکیلی جوتی جسم پر لمبا کرتا اور اونچی دھوتی اور اس فقیری کا ہی رنگ ان کی شاعری پر گہرا ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی شاعری اپنی ایک علیحدہ دنیا رکھتی ہے انہوں نے دبستان لکھنؤ کی جوانی کا نکھار بھی دیکھا اور میر و سودا کی بہار سخن بھی دیکھی لیکن ان کی آزاد طبیعت نے انہیں کسی دبستان کا پابند نہیں ہونے دیا۔

نظیر اکبر آبادی کو اُردو کا پہلا عوامی شاعر تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ زندگی کے ہر پہلو کو شدت سے محسوس کرتے اور غور و فکر کے بعد سے اپنی شاعری میں سما دیتے اور اپنی شاعری کا موضوع بھی انہیں مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے بناتے اُردو کے دیگر شعراء کے یہاں فلسفہ ہے تغزل ہے۔ لفظی و معنوی صنائع ہے جن سے اہل علم لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن ایک عام اور بنا پڑھا لکھا نہیں سمجھ پاتا کیوں کہ ان میں عوام کے دلوں کی دھڑکنیں نہیں ہوتیں۔ نظیر صاحب عوام کے شاعر تھے۔ وہ ہندو مسلم، سب کے غم و ماتم میں شریک ہوتے، عید، شب برات،

ہولی، دیوالی، دسہرہ غرض ہر تہوار پر نظمیں لکھتے تھے ایک طرف خواجہ معین الدین چشتی کی تعریف کرتے تو دوسری طرف گرو نانک کو بھی نذر عقیدت پیش کرتے ہیں۔

نظیر اکبر آبادی جشن زندگی کے بڑے شاعر کہے جاتے ہیں۔ ان کی جمالیات کے دائرے میں انسان اس کی تمدنی اور تہذیبی زندگی، مناظر حسن وجمال، رقص حیات محبتوں کے نغمے، زندگی سے ہم آہنگی سب شامل ہے۔ انہوں نے پورے معاشرے کو گرفت میں لینے کی کوشش کی اور معاشرے کے جمالیاتی نقوش شاعری میں لائے ہیں۔ انہیں زبان پر عبور حاصل تھا ان کی شاعری کا رشتہ کلچر سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ پڑھے لوگ ہوں یا ان پڑھ سب اس شاعری کے دلدادہ رہے ہیں الفاظ کے انتخاب میں سنجیدگی اور الھڑ پن بھی ہے سادگی بھی اور تازگی بھی۔ طربیہ اور المیہ دونوں کے لئے کلام نظیر میں متحرک کیفیات ہیں۔ نظیر کا وژن ایک مصور کا وژن ہے تصویر کاری کی خوبصورت تکنیک، الفاظ کے ساتھ فنکارانہ انداز میں نظیر کی ہی خوبی ہے۔ عام فہم اور مروج الفاظ کے ساتھ نئے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جو نظیر کے خود گڑھے ہوئے ہیں۔ الفاظ کو نئی صورت دینے کا کمال نظیر کو ہی حاصل ہے۔ کبھی ان کی نظموں میں ہمیں ایک مست قلندر ملتا ہے تو کبھی ایک بڑا فلسفی ناصح شاعر کوئی ولی کامل جو دنیا کی بے ثباتی پر لیکچر دے رہا ہو۔ ان نظم "موت پر" اور "بنجارہ نامہ" ایک تازیانہ عبرت ہے۔

نظیر صاحب عوام کے مسائل کو ہی اپنی نظموں میں موضوع بنایا۔ پر نظیر صاحب کبھی اپنے اشعار کی نقل نہیں رکھی، ان کے شاگرد راجا بلاس رائے کے لڑکے استاد کا کلام اکٹھا کرتے اور سنبھال کر رکھتے تھے اس طرح ایک حصہ تو محفوظ کیا مگر بہت سا ضائع بھی ہو گیا۔ پھر بھی جو کلام مختلف ادبی شخصیتوں مثلاً عبد الغفور شہباز، مخمور اکبر آبادی، مرزا فرحت اللہ بیگ، عبد الباری آسی وغیرہ کی کوشش سے اکٹھا ہو کر شائع ہوا وہ بڑے سائز کے ہزار صفحات کا ہے۔

نظیر صاحب جب اپنے کلام کی نقل تک نہیں رکھتے تھے تو دیوان کی اشاعت کے متعلق کیسے سوچتے نہ انہوں نے سوچا نہ ہی کوشش کی، ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد اور عقیدت مندوں نے ان کی یاد کو تازہ رکھنے اور ان کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے کلام کو مرتب کر کے چھپوا دیا۔

ہماری زندگی میں تہواروں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اور عید الفطر کی تو بات ہی کچھ اور ہے روزے، سحری، افطاری کی دھوم دھام کے بعد بھی عید کے نئے نئے کپڑے سویاں، شیر خورمہ، نظیر صاحب اس کے بار میں میں کیا کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

روزے کی خوشیوں سے جو ہیں زرد زرد گال

خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال

پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید لال

دل کیا کہ ہنس رہا ہے پڑا تن کا بال بال

ایسی نہ شب برأت نہ بقر عید کی خوشی

جیسی ہر ایک دل میں اس عید کی خوشی

عید بقر عید کی طرح ہولی دیوالی بھی بڑے تہوار ہیں۔ دیوالی روشنیوں کے چمک اور میٹھائیوں کی مہک تہوار ہے نظیر صاحب نے ان تہواروں کی خوبصورتی کو بھی اپنی نظموں میں سمو دیا ہے کیونکہ نظیر صاحب نے ہی عام جنتا کے دوست، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے، ان کی خوشیوں اور غم میں شریک ہونے والے ان کے یہاں ہولی پر بہت زیادہ اور بہت اچھی نظمیں ہیں جیسے کہ۔

پھر آن کے عشرت کا مچا ڈھنگ زمین پر

اور عیش نے عرصہ کیا اس تنگ زمین پر

ہر دل کو خوشی کا ہوا آہنگ زمیں پر

بجتے ہیں کہیں تال کہیں زنگ زمیں پر

ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

نظیر صاحب نے آگرہ کو اس طرح اپنایا کہ اپنی جائے پیدائش دہلی کو بھلا دیا اور اپنی شاعری میں آگرہ کو اتار لیا اس کی ہر ہر ادا کی تعریف کی۔ ہر چیز پر نظمیں کہہ کر شہر کو امر بنا دیا اس نظم کا ایک بند پیش خدمت ہے۔ جو انہوں نے آگرہ کی تعریف میں کہی ہے۔

شہر سخن میں اب جو ملا مجھے مکاں

کیوں کر نہ اپنے شہر کی خوبی کروں بیاں

دیکھی ہیں آگرے میں بہت ہم نے خوبیاں

ہر وقت اس میں شاد رہے ہیں جہاں تہاں

رکھیو الٰہی اس کو تو آباد جاوداں

نظیر اکبر آبادی نے تاج محل پہ بھی ایک بہت خوبصورت نظم لکھی ہے اس کا عنوان "روضہ تاج گنج" ہے دو بند اس کے بھی پیش ہیں تا کہ تاج محل کی خوبصورتی کا اندازہ ہو جائے۔ اور نظیر کے کلام کی خوبیوں کا بھی۔

یارو جو تاج گنج یہاں آشکار ہے

مشہور اس کا نام یہ شہر و دیار ہے

خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے

روضہ جو اس مکاں میں دریا کنار ہے

نقشے میں اپنے یہ بھی عجب جوش نگار ہے

صرف سیر و تفریح کھیل تماشے ہی نظیر صاحب کی شاعری نہیں بلکہ زندگی کی حقیقتوں پر بھی گہری، سنجیدہ فلسفیانہ نظمیں ان کے یہاں ہیں اور سب کا بیان صاف اور سادہ ہے۔

الٰہی نامہ، ہنس نامہ، تندرستی نامہ، فنا نامہ، جوگی نامہ، روٹی نامہ، کوڑی نامہ، آدمی نامہ اور بنجارہ نامہ سب کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

بنجارہ نامہ میں زندگی اور موت کی ایک دنیا بکھری پڑی ہے۔

ٹک حرص و ہوس کی چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا

قزاق اجل کا لوٹ ہے دن بجا کر نقارہ

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارہ

لہٰذا نظیر اکبر آبادی ہندوستان کے ان قدیم شہرت یافتہ شعراء میں سے ایک ہیں۔ جنہیں قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ غرض ہر اعتبار سے نظیر اکبر آبادی خالص ہندوستانی شاعر کہے جانے کے مستحق ہیں آپ نے اپنے کلام کے لئے وہی زبان منتخب کی ہے جو عام طور پر ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس طرح نظیر اکبر آبادی ایک عوامی شاعری کی لاجواب نظیر ہیں۔

Dr. H M IMRAN

Assistant Professor, Deptt, of Urdu, S.S College, Jehanabad

Mob: 9868606178

Email: imran305@gmail.com